بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

جواب الہامات مرزا

یہ مضمون قاضی اکمل صاحب نے "الہامات مرزا" کے جواب میں ساڑھے چھ برس ہوئے جولائی ۱۹۰۲ء میں لکھا تھا۔ اور مختلف جگہوں میں حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ ہم میں موجود تھے۔ ہمنے مناسب سمجھا کہ یہ مضمون اپنی اصلی حالت پر شایع ہو اسلیئے گھٹایا بڑھایا نہیں گیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مضمون اصل میں ایک کتاب کا حصہ ہے الگ طور سے نہیں لکھا گیا۔ اس لیئے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ والسلام . . . . (ایڈیٹر)

اب میں حضرت حجۃ اللہ کی پیشگوئیوں کے اعتراضوں پر ایک نظر کروں گا۔ اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی دلائل بیان کرونگا تاکہ آپ کا سینہ ہر طرح کے اوہام سے پاک ہوجائے سب سے پہلے اس رسالہ کی طرف توجہ کرتا ہوں جو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا کے نام سے لکھا ہے۔ اور ابھی ابھی میرے پاس پہنچا ہے میں اس کا علیحدہ جواب لکھنے کا ارادہ نہیں

رکھتا اسلیئے جو کچھ لکھونگا مختصر ہی لکھونگا۔ اور گویا یہ ایک وجہ اس پر ایک سرسری نظر ہی ہے سب سے اول آتھم کی پیشگوئی کا فیصلہ کیئے دیتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں میں مباحثہ کے لحاظ سے فی دن ایک مہینہ لیکر (یعنی پندرہ ماہ تک) ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی۔ **بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے**۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ الخ

یہ الہی کلام ہے جس کی کئی ایک توجیہیں ہوسکتی ہیں۔ گو مآل ایک ہی ہے قرآن شریف کی کئی ایک آیات ہیں جن کے لہٰ ظہر و بطن کے مطابق کئی معنے کیئے جاتے ہیں اور اس کے کئی نکات بیان کرتے ہیں۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں اسلیئے ہم ان کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے۔ لتنذر قوماً ما انذر اباؤھم میں مانافیہ بھی بتایا جاتا ہے اور موصولہ بھی۔ تو کیا ہم کہینگے۔ کہ قرآن مجید میں اختلاف ہے نہیں ہرگز نہیں پس اس پیشگوئی میں جو کلام اللہ ہے بھی کئی نکات ہیں۔ رجوع کا لفظ عام ہے اسلام لانا بھی ایک رجوع ہے جو کامل ہے پس اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ "آتھم عمر طبعی پاتا۔ اتنی جلدی مرنے سے بچ جاتا۔ اور ہاویہ میں (بعد از موت) نہ گرتا۔ اور یہ بھی رجوع کی ایک قسم ہے۔ جو آتھم سے ظاہر ہوا۔ کہ وہ خوف سے سراسیمہ ہو کر بیقرار پھرتا رہا اپنی قدیم عادتیں چھوڑ دیں۔ وہ بحث و مباحثہ اور اسلام کے رد میں کتابیں لکھنا یک قلم موقوف ہوگیا اسلام اور نبی اسلام کی علانیہ توہین چھوڑ دی۔ خاموش اور غمگین رہنے لگا۔ امرتسر کی سکونت چھوڑ دی۔ کچھ حصہ زندگی کا لدھیانہ میں کچھ فیروزپور میں گزارا حاصلکلام بقول حضرت اقدس اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنے حرکات سے اپنی

سکنات سے اپنے خوف زدہ چہرہ اور سخت غم کی حالت سے اپنے بے اصل اور بے ثبوت افتراؤں سے اپنی قسم سے کنارہ کشی کرنے سے اپنی نالش سے دست برداری سے اپنے اقرار سے کہ ایام پیشگوئی میں میں ڈرتا رہا ہوں اور اپنی عادت سابقہ کو یک لخت چھوڑنے سے ثابت کر دیا کہ اس نے الہامی پیشگوئی کے سننے کے بعد اپنی مخالفانہ عادت اور مذہبی مخالفت سے اور ہر ایک قسم کی بیباکی و گستاخی و بد زبانی سے رجوع کیا تھا۔

پس اتنے رجوع سے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی عظمت اور منجانب اللہ ہونیکا ضرور قایل ہو گیا تھا۔ اتنا فائدہ اٹھایا کہ میعاد معیّنہ کے اندر مرنے سے بچ گیا۔ اور حضرت اقدس کی پیشگوئی بوجہ احسن پوری ہوئی کہ "اگر رجوع کریگا۔ تو بچ جائیگا" "الیسز ائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ بشرطیکہ رجوع نہ کرے یعنی رجوع کیا تو بچ جائیگا۔ پس جیسا رجوع کیا ویسا ہی سنت اللہ کے موافق کہ خوف کیوقت وعید کی پیشگوئی ٹل جاتی ہے فائدہ حاصل کر لیا۔ اور چونکہ رجوع کامل نہ تھا اسلئے پیشگوئی کے موافق بیقراری کے ہاویہ میں رہا۔ اور اسکا دن رات بے آرام رہنا اسپر شاہد ناطق ہے۔ پس یہ اعتراض کہ "جس امر کو رجوع کہتے ہیں اسی کو ہاویہ اور یہ اجتماع نقیضین ہے" بالکل اڑ گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے جہاں ارقام فرمایا ہے "مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا۔ یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی" وہاں ہاویہ سے مراد یہی دنیا کی بے آرامی اور بیقراری ہے جو ہاویہ سے کم نہیں اور رجوع سے مراد اسلام کا لانا ہے یعنی اسلام نہ لایا۔ اس لیئے اس دنیاوی ہاویہ میں گرا۔ جو ہاویہ کا لفظ عام ہونے کے سبب سے اس میں داخل ہے

اور جہاں عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجوع کیا اسلئے ہاویہ میں نہ گرا۔ اس میں رجوع سے مراد اس کا ڈر جانا ہے اور اسپر خوف الٰہی مستولی ہونا جس کے آثار یہانتک ظاہر ہوئے۔ کہ یونسؑ کی قوم کی طرح ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دینے لگے اور سانپ وغیرہ کے تمثلات ظاہر ہوئے۔ اور یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھ کچھ ڈرانیوالی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھے۔ تمثلات شدت وخوف کے بڑھتے جاتے ہیں یاد رہے کہ جب تک کسی کے دل پر خوفناک خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہونچ جائے۔ تب تک ایسے نظارے پیش نہیں آتے پس جب اس خوف نے ثابت کر دیا کہ وہ شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے۔ جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی تھی تو رجوع الی الحق کے معنے کھل گئے کیونکہ یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ پس اس رجوع سے یہ فائدہ اٹھایا کہ کامل ہاویہ میں (جس کی موت سے تعبیر کی گئی ہے) ڈالا جانے سے تاخیر وقوع میں آ گئی۔ لیکن جب مدت منقضی ہو گئی۔ اور وہ وقت نکل آیا تو آتھم دلیر ہو گیا۔ اور باوجود انعامیہ اشتہار جاری ہونیکے کہ اگر قسم کھائی اور اتنا انعام

نؔ خلاصہ کلام یہ کہ جہاں آپنے فرمایا۔ ہاویہ میں گرا اور مخالفین نے اس سے نتیجہ نکالا کہ رجوع نہیں کیا وہاں رجوع سے مراد اسلام لانا اور ہاویہ میں گرنے سے مراد بے آرامی بیقراری ہے جو دوزخ سے کم نہیں اور جہاں آپنے فرمایا کہ رجوع کیا۔ اور مخالفین نے نتیجہ نکالا کہ ہاویہ میں نہیں گرا تو وہاں رجوع سے مراد خائف ومضطر ہونا اور ہاویہ سے مراد موت ہو جس سے بچگیا پس یہ تناقض نہیں بلکہ کلام الٰہی کی دو توجیہیں بطور تفسیر ہیں۔ ۱۲

پائے۔ اس نے سکوت اختیار کیا۔ اور امر حق کو چھپایا۔ پس پیشگوئی کے مطابق جس میں پہلے ہی سے یہ لفظ بطور پیشگوئی لکھے ہوئے تھے۔ کہ عمداً حق کو چھپائیگا چنانچہ لکھا ہے کہ جو "فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ جلدی ہی چند ماہ کے اندر اندر فوت ہوگیا۔ اور نیز حضرت حجۃ اللہ نے اپنے اشتہار اخیری میں بھی یہ امر ظاہر کردیا تھا کہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیوں؟ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے۔ پس آتھم کو اگر عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کردیں اور ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ قسم نہ کھائینگے۔ پس یہ ایک اور یہ پیشگوئی تھی جو پوری ہوگئی۔ کہ قسم نہ کھائی اور یہ جو عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے اس کی شہادتیں دیدی گئیں تھیں کہ یہ نرا عذر ہی ہے ورنہ حق اور باطل کی تمیز کے لیئے اور اطمینان قلبی کے واسطے کسی معیار کا نہ ہونا مذہب کے نقص کو ظاہر کر رہا ہے۔

اور یہ جو اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ "دوسرے پندرہ مہینے کہاں سے لائے" اور نیز یہ کہ جب قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت ملتی تھی۔ تو بغیر قسم کھائے بھی وہ سال کے اندر ہی کیوں مر گیا" بالکل فضول ہیں۔ اجی حضرت ذرا عقل کو کام میں لانا چاہیئے۔ قسم دینے سے حضرت مرزا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ چونکہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا اس لیئے یہ امر عام پبلک پر بھی واضح ہو جائے۔ کیونکہ اگر آتھم نے قسم کھالی۔ تو پھر وہی دفعہ جاری ہوگی کہ "جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گریگا"۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جب یہ بات اس کے تجربہ میں بھی آگئی کہ رجوع کرنے سے بچ رہا۔ پس حضرت مرزا صاحب ہی سچے ہیں، تو پھر اس کا قسم کھانا کہ میں نے رجوع نہیں کیا۔ جو فریق عمداً

والے فقرے کی زد میں لا رہا ہے۔ اور قسم نہ کھانا بطریق اولیٰ اس زد میں لاتا ہے کیونکہ قسم نہ کھانے سے یہ بھی ظاہر کردیا۔ کہ واقعی میں نے رجوع کیا۔ ورنہ ضرور قسم کھاتا۔ اور پھر اس عملی اقرار کا زبانی اظہار نہ دینا عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا ہے جس سے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ سال کے اندر اندر موت ہو گویا تین مہینے بطور سزا کاٹ دیئے گئے۔ اور اگر آفتاب چڑھا ہوا ہے تو دن موجود کی طرح عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا اور پندرہ ماہ کے اندر اندر ہاویہ میں گرنا لازم وملزوم ہیں۔ اور رجوع الی الحق اس الٰہی وعید سے حسب مقدار بچانیوالا۔ پس اس سے یہ سوال بھی حل ہوجاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ تو ہاویہ میں کیوں گرا۔" اجی حضرت! پہلے پندرہ مہینے میں کب موت کے ہاویہ میں گرا؟ ہاں چونکہ کامل رجوع نہیں تھا اسلیئے تادیباً اضطرار و خوف کے ہاویہ میں رہا اور اپنے خوف کھانے سے ثابت کردیا کہ وہ اس پیشگوئی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لے آیا۔ اگر پیشگوئی کے منجانب اللہ اور مسیح موعود کے حق پر ہونے پر ایمان نہیں لایا تھا۔ تو تبلایئے ایسا خوف شدید کیوں طاری ہوا۔ کہ تمثلات کی صورت میں عذاب نظر آنے لگا۔ اگر وہ شکلیں موہومی نہیں تھیں بلکہ واقعی طور سے حضرت خلیفۃ اللہ کی طرف سے حملے تھے۔ تو باوجود ہشیار تحریک کے اقدام قتل کی نالش کیوں حضرت مرزا صاحب پر نہ کردی اور کیوں باوجود اصرار کے خموشی اختیار کی بعض عیسائیوں نے اسکو برانگیختہ کیا اور کہا کہ ہم تیری جگہ مقدمے کی پیروی کرینگے صرف دستخط کردے۔ تو اس نے صاف انکار کردیا۔ پس اس تحریر مندرجہ بالا میں اس اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ کہ اگرچہ یونس کی قوم سے عذاب ٹل گیا تھا۔ مگر اس آیت میں لما اٰمنوا (جب ایمان لائے) آیا ہے:" اٰمنوا کا لفظ عام ہے پس جیسا ایمان ویسا بچاؤ۔ آتھم جتنا ایمان لایا اتنا فائدہ اٹھایا۔ پیشگوئی کی صداقت

کی عظمت نے تاخیر وعید کا فائدہ دیا۔ مگر جب حق کو چھپا کر عمداً جھوٹ کو اختیار کیا۔ تو پھر الٰہی وعید آگیا۔ آیا خیال شریف میں؟ اور یہ جو حدیث بیان کیجاتی ہے۔ کہ سعد نے امیہ بن خلف کو کہا۔ کہ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ وہ ڈرتا رہا اور چھپتا پھرا مگر پھر بھی قتل ہوگیا ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہماری معاون ہے آپ کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا تو ہر جگہ ڈرتا۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ اس نے قسم کھالی میں مکہ سے باہر نہ نکلونگا۔ کیا پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ بھی تھا جس سے یہ مفہوم ہو کہ وہ مکہ میں بچ جائیگا؟ پس مکہ میں اس کا بیخوف زندگی بسر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرتا تھا۔ دوسرا اس حدیث میں رجوع بحق کی کوئی شرط نہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی میں صاف لکھا ہوا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ آتھم کے نہ ڈرنے کے متعلق جو یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف تحریر شایع کی۔ اس کی نسبت محض کو غلطی ہوئی ہے خلاصہ مباحثہ میں اسی مباحثہ کا حال ہے جو اس پیشگوئی سے پہلے ہو چکا۔ پس اس کے واقعات قلمبند کرنا اسی پہلی رائے سے متعلق ہے۔ اور مباحثہ کے بعد کے خیالات کے زمرے میں نہیں آسکتا۔ کتابیں چھپنے میں دیر بھی لگ ہی جایا کرتی ہے۔ دوسرا مقابلۃً دیکھنا چاہیئے کہ مباحثہ سے پہلے پندرہ ماہ میں کسقدر تحریریں شایع کیں اور کتنے مباحثے کئے۔ اور مباحثہ سے بھی بعد کتنی تحریریں شایع کیں۔ اور کتنے مباحثے کئے۔ مشکل سے ایک کا حوالہ دے سکتے ہو اور وہ بھی مباحثہ کے واقعات کی نقل کا جن پر پیشگوئی کی بنا تھی۔

تیسرا پیشگوئی کی بنا تو آنحضرت صلعم کو (معاذ اللہ) دجال کہنے پر تھی پس حضرت مرزا صاحب کے خلاف لکھنا صرف اتنا ہی ثابت کریگا۔ کہ اس نے رجوع

کلی نہیں کیا۔ اور وہ بھی صرف پہلے ایام میں جن میں ذرا جوش غالب تھا۔ پھر تو بالکل خوف کے نیچے آگیا۔ اور دم بخود رہ گیا۔ جان کے لالے پڑے رہے۔ اگر یسوع مسیح کے خداوند اور رب ہونے پر کامل یقین تھا۔ اور اپنی صداقت پر اور نیز اس بات پر کہ یسوع مسیح نجات دہندہ ہے اور وہ ضرور بچانیوالا ہے تو پھر یہ اضطرار و خوف شدید ایسا خوف کہ اپنا فرض منصبی بھی بھول جانے (بحث مباحثہ وغیرہ) کیسا تھا؟ پس جیسا رجوع کلی نہیں کیا۔ ویسی ہی کلی نجات بھی نہیں پائی بلکہ سراسیمگی اور دہشت کے ہاویہ میں گرا رہا۔ اور پھر اپنے رجوع کی شہادت کو چھپا کر پورے طور اس وعید کا مستحق ہوا۔

یہ اعتراض کہ آپ لیکھرام کے قتل کے بعد گورنمنٹ سے کیوں حفاظت کے طالب ہوئے گویا آریہ سے ڈرے۔ مجھے ایسے نادان معترض سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہ کردے کہ وہ کیوں خوف کی حالت میں پکار اٹھے من انصاری الی اللہ اور وہ کیوں؟ انسانوں سے مدد کے خواستگار ہوئے یا آنحضرت صلعم کیوں مکہ معظمہ سے راتوں رات مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اگر اس قسم کی خود حفاظتی بھی دوسرے کے مذہب کا پیرو بنا دیتی ہے تو پھر فرمائیے مولوی محمد حسین بٹالوی کیوں پیشگوئی ذلت سے خائف ہو کر باوجود اسباب کے کہ وہ پیشگوئی کو جھوٹا سمجھتے تھے، گورنمنٹ سے ہتھیار ملنے کے خواستگار ہوئے؟ اور آتھم کی سراسیمگی و پریشانی خود حفاظتی میں داخل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اسکی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے۔ یہ تو نہیں کہ رات دن اسی خیال میں خواب و خورش بھی حرام ہو جائے اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جب لیکھرام نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ شخص تین سال کے اندر اندر مر جائیگا۔ اسوقت حضرت مرزا صاحب کیوں خائف نہ ہوئے اور کیوں پورے جوش سے تبلیغ حق میں سرگرم رہے اور لیکھرام کے قتل کے بعد اگر حفاظت کا انتظام کیا ہے تو کیا آتھم کی طرح مخالفانہ تحریر میں

شایع کرنا اور اپنے فرض منصبی کا ادا کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اور سیر میں جاتے وقت آگے پیچھے آدمیوں کا ہونا تو اقبالمندی کی دلیل ہے جس پر آتش زبان حسادجل جل کر کوئلہ ہو رہے ہیں جب بادشاہ کے ساتھ باڈی گارڈ ہو یا سپاہ کا کچھ حصہ تو کہیں آپ یہ نہ کہدیں کہ بادشاہ بزدل ہے۔ جبھی تو اتنے آدمی آگے پیچھے لیئے جارہا ہے حضرت یہ تو شوکت کی دلیل ہے ملازم تو حکماً ساتھ ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو پروانہ وار اس شمع نبوت پر گرتے ہیں وہ تو سوز محبت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ کوئی بلاتا تھوڑا ہی ہے یاد کرو اسوقت کو جبکہ اس خدا کے برگزیدہ کے ساتھ کوئی بھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اور الہام ہوا تھا یا تون من کل فج عمیق وغیرہ وغیرہ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے اگر رجوع کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے اُسی وقت کیوں نہ کہدیا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اجی حضرت! پیشگوئی کی مدت مقررہ سے پہلے رائے دینا تو جلد بازوں کا کام ہے ممکن تھا۔ آتھم پھر اپنے اقوال سے رجوع کر کے الہی وعید کے نیچے آجاتا پس پندرہ ماہ سے قبل کوئی رائے نہیں دی جا سکتی اور یہ اعتراض کہ آنحضرت کو دجال کہنے کا پیشگوئی میں ذکر نہیں بالکل لغو ہے کیا آنحضرت کو (معاذ اللہ) دجال کہنا اور جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے آپس میں منافی ہیں۔ پھر اعتراض کیا ہے کہ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ یہ ٹھیک نہیں ارے میاں کچھ تو ہوش کرو جب جھوٹے کا بشرطیکہ رجوع نہ کرے، پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرنا اور دوسرے سچے کی عزت کا ظاہر ہونا لکھا گیا تو کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی کہ سچا فریق جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیگا۔ بلکہ اس کے بعد بھی طبعی عمر تک تو کیا پیشگوئی کا یہی خلاصہ نہیں تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔ ہمیں ایسے فضول اعتراضوں کے جواب دیتے اپنے تضیع اوقات پر افسوس آتا ہے پھر اعتراض ہے کہ حضرت

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے وقوع سے عزت ظاہر نہ ہوئی۔ یہ بالکل غلط کیوں عزت نہیں ظاہر ہوئی ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد کئی دل کے اندھے جن کی آنکھوں سے حق کی راہ پوشیدہ تھی سوجاکھے ہوئے کئی لنگڑے جن کے قدم صراط مستقیم سے ڈگمگا رہے تھے۔ چلنے لگے۔ کئی حق کی بات سننے سے بہرے سننے لگے اور آسمانی بادشاہت میں آ گئے اگر مخالفین کے اشتہاروں کا خیال ہے تو دوسرے الفاظ میں انبیاء علیہم السلام پر اعتراض ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ساحروں کے مقابلے میں کامیاب ہوئے تو فرعونیوں کی رائے ان کے حق میں کیا تھی؟ کبیرکم الذی علمکم السحر۔ غرض مخالفین تو ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہتے ہیں اور ہر میدان میں اپنی کامیابی اور عزت اور مامور من اللہ کی ناکامی اور ذلت کا اشتہار دیتے ہیں انبیاء علیہم السلام نے جو معجزے دکھائے۔ ان پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوئے جیسا کچھ انھوں نے کہا وہ کتب سیر میں پڑھو۔ پھر اعتراض کرو۔ پھر پیشگوئی کے منہاج نبوت پر پورے ہونیکا اعتراض ہے کہ صفائی سے پوری ہونی چاہیئے۔ اجی حضرت! صفائی سے حسب شرائط پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر جن کی آنکھوں پر پردہ اور آئینہ دل میں غبار ہو ان پر حق کس طرح ظاہر ہو۔ آپ بھی اگر پوچھا جائے۔ کیا آتھم زندہ ہے تو آپ بھی بول اٹھینگے نہیں۔ بس وقوع میں تو کوئی شبہ نہیں صرف باتیں ہی باتیں ہیں جو اس فطرت کے لوگوں کا خاصہ ہے کہ فلاں وقت موت واقع کیوں نہیں ہوئی یہ نہیں ہوا وہ نہیں ہوا جیسے معجزہ شق القمر کی نسبت کیا سب مخالفین نے تسلیم کر لیا کہ واقعی شق قمر ہو گیا۔ ذرا آریہ و عیسائیوں کی کتابیں دیکھو۔ خود اسلام میں ایسے فرقے ہیں جو اس کے وقوع کو بدلیل اقتربت الساعۃ قیامت کے دن پر چھوڑتے ہیں دخان والی پیشگوئی میں جو اختلاف ہے وہ غالباً

آپ نہیں جھوٹے ہو گئے۔ غرض میں کہاں تک حوالے دوں۔ منہاج نبوت کے
موافق تو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور صاف طور سے ہو گئی اور اس عبارت کی تصدیق
بھی ہو گئی کہ اگر پیشگوئی ظہور پذیر ہو تو خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ
اس نے اسوقت سے آج تک کئی ہزار دلوں کو کھینچا۔ جو احمدی سلسلے میں داخل
ہوئے حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب کو اگر کچھ شک ظاہر ہوا۔ تو آخر وہ بھی
دور ہو گیا۔ کیا صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ کے شک کو بھول گئے اور احمدیت کی
بشارت کو بھی نواب صاحب مکرم کے اس فقرے کو پڑھئے ' اگر آپ فی الواقعہ
سچے ہیں تو خدا کرے میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس زمانہ میں [illegible] کوئی مرہم
عنایت ہو کیوں نواب صاحب علیحدہ ہوئے؟ کیا اس سے تصدیق کا صدق ظاہر
نہیں ہوتا اگر غور کیا جائے اور انصاف سے دیکھا جائے تو اس چھوٹی سی پیشگوئی
کی ذیل میں خدائے کریم نے بہت سی پیشگوئیاں اور صداقت کے نشانوں کو ظاہر
کر دیا جن سے دو توع کو اظہر من الشمس دیکھکر ہم خوشی سے پھولے نہیں
سماتے اور پیشگوئی کی شرط "رجوع نہ کرے" کی ذیل
جو نتائج اپنے برگزیدہ امام کی ظاہر کرائی ہیں ان کا [illegible] کرنے کو
جی چاہتا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے ہمارے رسول کریم خاتم الانبیاء کی
پیشگوئی کو پورا کیا۔ کہ آل محمد و آل عیسیٰ میں جنگ ہوگی۔ شیطان آواز دے گا
حق آل عیسیٰ یعنی عیسائیوں کے ساتھ ہے اور آسمانی آواز [illegible] کرے گی
کہ حق آل محمد یعنی اہل اسلام کے ساتھ ہے کیوں حضرت اس حدیث کو پڑھتے ہوئے
آتھم کے مباحثہ کے واقعات اور پیشگوئی کے حالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے
کھچ جاتا ہے یا نہیں۔ یہ بھی آنحضرت کا الہام پورا ہوا جو براہین احمدیہ میں اس سے
پہلے کئی برس شائع ہو چکا تھا۔ کہ لن ترضٰی عنک الیہود والنصارٰی الفتنۃ

ھھنا نا صبرنا صبر۔ دو معترض اصل میں یہ سارا قصہ اس واقعہ کے
مشابہ ہے جو آنحضرت صلعم کو پیش آیا کہ آپ نے ایک خط قیصر روم کو لکھا جس کا فقرہ
فقرہ یہ ہے اسلم تسلم۔ اسلام لا تو سلامت رہیگا . . . . . . ورنہ بیوقت
کی موت اور تباہی تیرے پر نازل ہوگی۔ اسنے کسی قدر رجوع کیا۔ گو عیسائی جماعت سے
الگ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وعید میں تاخیر ہوگئی۔

(۲) لیکھرام کی موت جس صفائی سے ہوئی اس سے تو دشمن کو بھی انکار نہیں ہو
اور ہم نہیں سمجھتے کہ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کا جو ایک طریق
سے ہوتا ہے کہ اس کے وقوع میں سچی موافق یا مخالف کو تردد نہیں رہتا۔
وہ اس پیشگوئی کے چھ سال کے اندر اندر وقوع ہونے سے انکار کیں یا ادھر
ادھر کی باتیں ہیں جو صرف زمانہ کی رہتی ہیں اور جنکا مقصد صرف اپنی ذلت
کو چھپانے کے لئے کی پیشگوئی کے ظہور پر جو ذلت حاصل ہوئی دور کرنیکا ذریعہ ہے تو
پیشگوئی کے الفاظ پر چند اعتراض ہیں کہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں عجل جسد
لہ خوار لہ نصب وعذاب یعنی اگر اس شخص پر چھ برس کے اندر آج
کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور
خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف
سے نہیں اور ان سے موت مترشح نہیں ہوتی ہے اس بندہ خدا سے کوئی
پوچھے کہ کیا تمہیں عجل کا لفظ دکھائی نہیں دیتا اور کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ
گوسالہ سامری کا نتیجہ کیا ہوا۔ کیا اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا تھا۔ کیا اسے
جلایا نہیں گیا تھا۔ کیا اسے دریا میں نہیں پھینکا گیا تھا۔ اور کیا بعینہ یہی واقعات
اس شخص کے ساتھ پیش نہیں آئے۔ میرے خیال میں تو صرف عجل کا لفظ
پیشگوئی کے متعلق تمام واقعات ظاہر کرنیکے لیے کافی تھا۔ پھر خوار کیطرف

غور سے دیکھئے۔ اور لسان العرب میں ملاحظہ کیجئے۔ کہ خور و خوار کے لفظ کو انسان پر اس
حالت میں بولتے ہیں جب وہ قتل ہونے کے وقت فریاد کرتا ہے۔ اور ہتھیار کی آواز
کو بھی کہتے ہیں جو قتل ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے پھر "نصب" کے لفظ کی تحقیق
کیجئے۔ لسان العرب میں اس کے معنے لکھے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی پر جان
لینے کے لئے حملہ کرے تو اس وقت بولتے ہیں نصب فلان لفلان۔
پھر عذاب کا لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ عذاب کے نمونے جو قرآن شریف میں وارد
ہوئے ہیں وہ سب موت کے ساتھ تھے۔ کیا تم بھول گئے کہ لوط کی قوم کیساتھ
کیا ہوا۔ یہی نا کہ ان پر پتھراؤ ہوا تو اس کا انجام کیا تھا موت۔ نوح کی قوم پر
کونسا عذاب نازل ہوا۔ طوفان اسکا انجام کیا تھا موت۔ خود جناب نبی کریم
صلعم کے مخالفین پر کیا عذاب نازل ہوا تلوار اسکا انجام کیا تھا۔ موت
پس عذاب کے لفظ کی حقیقت حال [illegible] کافی تھا [illegible] جیسا کہ بیان کر چکے ہیں
والا ہو۔ پھر وہ پیشگوئی میں صاف فرمایا ہے موت [illegible] اور بیماریوں سے نرالا
اور خارق عادت یعنی تمام موتوں سے جو عادت ہیں۔ خاص [illegible] ان سے الگ
الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ کہ جس کا تصور دل دہلا دے پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا
بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی تشریح فرماتے رہے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نے
فرمایا ہے کہ بعض دفعہ الہام کے سمجھنے میں اولیاء اللہ سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ پر
تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ان کے کوئی بھی معنے صحیح نہ ہوں۔ بلکہ غلطی کا وقوع
صرف کسی الہام کے معنے میں ممکن ہوتا ہے جس کی تفہیم نہ ہو اور وہ بھی عارضی طور
سے ہوتی ہے۔ اسپر اصرار نہیں ہوتا۔ اور اس واقعہ کے متعلق تو حضرت صاحب نے
کئی تحریریں شائع کی ہیں چنانچہ کرامات الصادقین میں تحریر فرمایا۔ کہ
بشرنی ربی بموتہ فی ست سنین ان فی ذلک لاٰیۃ للطالبین۔ اسکی موت کی

بشارت چھ سال کے اندر اندر دی اور اس میں طالبانِ حق کے لیئے نشان ہیں، یہ مت کہو کہ جب ایکبار پیشگوئی ہو چکی۔ تو بار بار پیشگوئی کرنے سے فائدہ کیا؟ کیونکہ وہ پیشگوئی ہے تو یہ حسب موقعہ اس کی تشریح ہے۔ کیونکہ مخالفین کی تحریر سے اصرار کیا جاتا تھا۔ کہ ٹھیک طور سے اطلاع دیجاوے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے صرف سر درد یا کوئی اور دکھ ہو۔ اور آپ اسے تکلیف و عذاب میں داخل فرمالیں سو ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لیئے صاف صاف لکھدیا گیا۔ یہ بشیر کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ما بکن انکار زیں اسرارِ قدرتہائے حق ٭ قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

(دیکھو صفحہ ۲۰۳۔ ۴ سرورق برکات الدعا) کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر درج ہے۔ "وبشرنی ربی وقال مبشرا۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب" میرے رب نے بشارت دی اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا اور عید اس وقت سے بہت نزدیک ہے۔ یہ معنے تو نہیں ہو سکتے۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا اور عید بہت نزدیک ہے جیسا کہ جاننے میں کوئی نرالی اور انوکھی بات ہے اس طرح تو کلام لغو ٹھہرتا ہے۔ پس الہام یہ ایک پیشگوئی تھی جس کی تائید بشارتِ ربانی سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ جل شانہ نے سب کچھ بتا دیا۔ چھ سال کے اندر اندر چھٹی تاریخ چھٹے دن (ہفتہ) اور پھر طرہ یہ کہ چھ بجے غالباً یہ واقعہ پیش آیا۔ اس شعر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے آگے پیچھے لیکھرام کا ذکر نہیں اجی! اسکے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت جی اپنے مخالف کو کہہ رہے ہیں کہ میں ہر حرب میں غالب ہوں چنانچہ آریہ اور مجھ میں ایک حرب واقعہ ہوئی ہے سو اسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ ستعرف یوم العید والعید اقرب سمجھے اب؟ اپنے صداقت کی دلیل دی ہے کہ عنقریب ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اس کی

پہلے شعر میں فرماتے ہیں (۱) انی فی کل حرب غالب؛ فکدنی بما ذورت فالحق یغلب (میں ہر میدان میں غالب ہوں۔ تو اپنا زور زور لگا لے آخر کار حق ہی غالب ہوگا) چنانچہ حق ہی کی فتح ہوئی۔ گویا اپنے مخالف کو جو مکذب ہے عام اس سے کہ وہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔ مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ اے میرے دشمن۔ تو میری کب تک تکذیب کریگا۔ تو ایک مومن کو کافر کہے گا۔ وہ خود خدا کا فرمانبردار بندہ بنیگا۔ پھر اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ دیکھ میری صداقت کا نشان ظاہر ہونیوالا ہے چنانچہ اس کی نسبت نشان بھی دیدیا کہ بشرنی ربی لہ باوجود اسباب کے کہ پیشگوئی بالکل صفائی سے پوری ہوگئی پھر بھی یہ لوگ خواہمخواہ جھوٹے اعتراض کرتے ہیں کہ موت میں خرق عادت نہیں ہے۔ ارے میاں؟ کیا کسی کا موت کا بقید تاریخ وفات بتا دینا خرق ہے یا نہیں؟ اگر بعض ایسا نجومی بھی کرسکتے ہیں تو اول تو انکو یقینی علم حاصل نہیں پھر وہ اس تحدی سے دعویٰ نہیں کرسکتے دوم یہ اعتراض تو دوسرے نبیوں پر بھی ہوسکتا ہے جو ان کی بابت جواب دوگے وہی ہمارا جواب ہوگا مثلاً کوئی کہدے کہ غلبہ روم کی خبر ایسے ہی طریقے سے تھی۔ تو اسکا کیا جواب ہے۔ پھر عذاب کی نوعیت پر جھگڑا کرتے میں ایک حضرت نظیریں پیش کرتے ہیں کہ چھری سے مارا جانا معمولی بات ہے وہ صاحب ذرا مہربانی فرماکر خود ہی فرمادیں کہ کیسا یہ عذاب نازل ہونا چاہئیے تھا۔ اور کس طریقے سے اس کی موت ہونی چاہئیے تھی۔ جو آپ کے نزدیک مسلم ہوتی میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ آپ پیش کرینگے اس کی کئی نظیریں دی جاسکینگی۔ اور پھر آپکا یہی اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا ہم نہیں سمجھتے۔ کہ قتل کی موت سے بڑھکر کوئی اور صورت بھی ایسی ہے جو دنیا میں دہشت اور شور و غوغا کو پھیلا دے۔ اور دلوں کو ہلا دے جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا

ہو کہنا کہ یہ سب باتیں مرزا صاحب نے بعد میں بنا لیں کسقدر افسوس کی بات ہے یہ اعتراض پڑھکر مجھے ایک عیسائی کا اعتراض یاد آگیا کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن میں وہ باتیں نہ سوجھی ہونگی جو خود محمدی عالموں نے بعد میں نکات قرآنیہ کی صورت میں پیش کیں پھر وہ عیسائی کہتے ہیں کہ جیسی کئی کتابیں ہیں جنکو مصنفوں نے بالکل سادہ لکھا مگر بعد میں اس کے پڑھنے والوں نے کئی کئی نکات بیان کئے وغیرہ وغیرہ اگر کسی میں ذرا بھی انصاف ہو تو وہ ان اشعار کو پڑھو جن میں ایک یہ شعر بھی ہے۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ ⁂ بترس از تیغ بران محمد

اسی قصیدہ کے نیچے یہ ہاتھ بنا ہوا ہے۔ دیکھو لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اتنی باتوں کے ہوتے بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی صاف اور بین نہیں کی گئی یا کسی پہلو سے پوری نہیں ہوئی ہاں خوب یاد آیا اس بات پر بھی اعتراض ہے کہ عید کے دن گوسالہ سامری کو ٹکڑے ٹکڑے کیا مرزا صاحب نہ سہی تو بھی اتنا تو آپ کو اقرار ہے کہ عید کے بعد قریب قریب یہ واقعہ پیش آیا ہے جیسا کہ خروج ۳۲ باب ۲۰ آیت سے آگے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے پس یہ بھی لیکھرام کی اس سے مماثلت ہوئی کیونکہ اسکا قتل بھی عید کے بعد قریب ہی واقعہ ہوا ہے۔ باقی رہیں حضرت مرزا صاحب کی نسبت سوء ظنیاں سو یہ سنت اللہ ہی بسطت ہے چنانچہ ایک تمثیل کے پیرایہ میں حضرت آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت یسفک الدماء (خونریزیاں کریگا) فرما کر ظاہر کر دیا کہ آدم ثانی کی نسبت بھی لوگوں کا ایسا ہی خیال ہوگا۔ مگر یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہوگا جیسا کہ حکام بالادست کی تحقیق سے ثابت ہوگیا۔ خود ہم ہی کو دیکھو کہ جسقدر کی نسبت عیسائی اعتراض کرتے ہیں

کہ انھوں نے کئی آدمیوں کو جبراً مروا دیا۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور وہ ذات مبارک اس قسم کے امور سے بالکل پاک۔ ایسا ہی مسیح موعود کی نسبت اس قسم کی بدظنیاں خباثت طبع سے ہیں اخیر میں ہم یہ بھی ظاہر کئے دیتے ہیں۔ کہ اس واقعہ قتل سے آنحضرت صلعم کی حدیث والی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایک شخص قتل کیا جائیگا۔ اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئیگی۔ گواہی دیگی کہ یہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دیگا۔ کہ مظلوم مارا گیا۔ کہ آسمانی آواز کے متعلق جو کشف حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ اور پیش از وقت شایع کیا گیا۔ اس کا ذکر کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پوری پوری مماثلت رکھتا ہے جو حضرت رسالتمآب خاتم الانبیاء کو پیش آیا کہ خسرو پرویز کی شامت آئی تو اس نے اپنے گورنر کی معرفت آنحضرت کی گرفتاری کا پروانہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کرکے قتل کر دیا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسی جلالی رنگ میں یہ پیشگوئی تھی۔ ویسی ہی یہ لیکھرام والی پیشگوئی ہے۔ واقعی اس نے بہت سے دلوں کو کھینچ لیا۔ اور یک موتمر نامہ طیار ہوا۔ جس پر اس کے سچے نکلنے کی بلا تفریق مذہب تین ہزار ہندو مسلمانوں نے تصدیق کی

(۳۲) مرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی جو ہے اس میں اس کی موت تو حسب پیشگوئی میعاد کے اندر ہو چکی باقی ایک حصہ باقی تھا جو چونکہ وعید تھا اور وعید الٰہی میں توبہ استغفار سے تاخیر[۱]

[۱] وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون ۔ اور نہیں اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں ۔

دا ممکن ہے اسلئے اس میں تاخیر واقع ہوئی۔ جیسے حضرت یونس کی پیشگوئی والا عذاب توبہ واستغفار سے ٹل گیا۔ ایسے ہی جب اس خاندان میں موت واقع ہوئی تو سب کے سب ڈر گئے۔ اور اللہ کی طرف رجوع کیا ارادوں میں تزلزل آگیا۔ تو سنۃ اللہ کے موافق وعید میں تاخیر واقع ہوگئی۔ الہام **یردھا الیک** میں یہ بھی ایک نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ موافق آیت قرآنی انا رادوہ الیک۔ یہ ضروری تھا۔ کہ پہلے کسی اور کے نکاح میں جائے اور یہ جو خطوط پیش کیے جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے متعلقین کو لکھے ان سے تو ان کی اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری کرنے کی کس قدر فکر ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اور نبی باوجود وعدہ نصرت کے جنگ کرتے تھے اس کے واسطے دین حق کی طرف سے سے بیشتر طرح طرح کے وسائل جمیلہ عمل میں لاتے تھے تو کیا ان پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کیوں کوشش کی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی (میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوتے رہیں گے) اور حقا علینا نصر المومنین (ہم پر ایمانداروں کی نصرت ضروری ہے) بس کیا یہ چاہئے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہیں کیونکہ غالب کرنے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اپنی طرف سے کوشش چاہئے یہ دوسری بات ہے کہ بعض مصلحتوں کے سبب سے اسکے پورا ہونے میں تاخیر ہو جائے ہم تو ان خطوط کو جب پڑھتے ہیں۔ تو ان سے ایک نیا ایمان حاصل ہوتا ہے اور ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے مولیٰ کریم کا کسقدر بھروسہ ہے تم تمام خطوط غور سے پڑھ جاؤ کہیں بھی اپنے نفس کی بہتری کا ذکر نہیں بلکہ محض اللہ اور اس کے رسول کے دین کے غلبے کا تذکرہ ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے

"میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو دین کی پروا نہیں رکھتے۔" اسی فقرے سے فضل احمد کے عاق کرنے کے سوال کا جواب ہوسکتا ہے۔ اصل میں پیشگوئی کے باقی حصے کی نسبت جواب سوال محض فضول ہیں جب تک کہ فریقین زندہ ہیں صبر سے انتظار کرنا چاہئیے اور حسن ظن سے کام لینا چاہئیے۔ آپ نے فتوح الغیب میں پڑھا ہو گا کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ولی اللہ سے کوئی وعدہ کیا جاتا ہے اور پھر اس میں تاخیر ڈالی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ وہ تبدیل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اپنے ولی کو دیتا ہے۔ ممکن ہے یہ وعدہ اسی قسم سے ہو اور کسی الٰہی مصلحت سے مؤخر ہو یا اسکا نعم البدل کسی اور شان میں ملجائے۔ غرض اس کے متعلق زیادہ گفتگو ایسی ہے جیسی حضرت مرزا صاحب کے جج یا تبدیلی ایک ہونیکے متعلق۔

Digitized by Khilafat Library

(۴) مولوی محمد حسین کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ بالکل صفائی سے پوری ہوئی مگر مخالفین ہیں کہ اپنی عادت کے موافق برابر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ پیشگوئی کی بنا اس بات پر تھی کہ مولوی صاحب موصوف نے ایک استفتا لکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب مہدی کے منکر ہیں لہذا یہ کفر کی مہریں ثبت کرائیں اور مشہور کیا کہ جاہل ہے اور علم عربی سے بے بہرہ اور گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیال رکھتا ہے۔ الہام الٰہی میں یہ لفظ تھے کہ جزاء سیئۃ بمثلھا۔ کہ بدی کی سزا اسکی مثل ہے۔ پس مثلی ذلت مقصود تھی جو پوری ہوئے ہوئے واقعہ ہو گئی۔ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں محمد حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی ان کارروائیوں کی شائع کی جن میں گورنمنٹ کے

مقاصد کی تائید کی ہے۔ کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں۔ یہ پوشیدہ راز کھل گیا۔ اور وہ ذلت ہوگئی جس کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ ایک عالم کیلئے اس سے بڑھکر کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ اسکے متعلق ظاہر ہو کر وہ ظاہر میں اور اعتقاد رکھتا ہے اور باطن میں اور۔ یہ دورنگی قابل افسوس تھی ایک استفسار مرتب ہو کر علماء کے اسپر دستخط بھی ہو گئے کہ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ ایسا ایسا ہے یعنی بعینہٖ وہی لفظ جو حضرت مرزا صاحب کے متعلق لکھے جاتے تھے۔ مگر جب فتویٰ دینے والوں کو معلوم ہؤا کہ ہم نے یہ سب کچھ مولوی محمد حسین کے متعلق لکھا ہے تو وہ الہام پورا ہؤا۔ کہ یعض الظالم علیٰ یدیہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور افسوس کریگا۔ کہ میں نے ایسا کیوں لکھا۔ اگر یہ اعتراض ہے کہ پھر ایسا عقیدہ ظاہر ہونے سے علماء کو اس سے ایسی نفرت ہی کیوں نہیں ہوگئی جیسی مرزا صاحب سے ہو چکی ہے تو اس کا جواب خود معترضین کے ذمے ہی ہے جب تک دو دلوں میں کوئی خاص مناسبت نہ ہو۔ یہ اتحاد نہ ہوتا۔ آپ خود ہی فرمائیں کہ کیا ایسی کارروائی عام نگاہ میں پسندیدگی سے دیکھے جانیکے قابل ہو غرض خداوند غیب دان کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ پھر عربی کی نسبت ذلت ہونے کی پیشگوئی اسی طرح پوری ہوئی کہ مولوی صاحب نے حضرت جی کے اس الہامی فقرے انعجب لامری پر اعتراض کر دیا کہ لام صلہ نہیں چاہئیے تھا۔ من امری آتا ہے اس کے متعلق جب حدیث پیش کی گئی کہ عجبا لہ لیثابہ ویصب قہ کیسے درست ہوئی۔ تو واقعی ایک سرگروہ اہلحدیث کے لئے جسکو علم حدیث کا دعویٰ ہے پیشگوئی پوری ہونے میں کچھ بھی کسر نہیں رہ جاتی۔ اسکے علاوہ بہت سی عربی شعرا کے اشعار پیش کئے گئے۔ عجبا لاحمد

عجبت لعبد عجبت بلسہ اھا دانا تخلصت الخ۔ اس کے جواب الجواب
میں یہ کہنا کہ میں نے تو صرف یہ کہا تھا۔ کہ قرآن شریف میں صلہ من آیا۔ عذر گناہ
بدتر از گناہ ہے۔ بھلا ان حضرت سے کوئی پوچھے۔ کہ لام کے ساتھ صلہ آنے میں
آخر آپ کو کوئی شک ہی تھا۔ تو اعتراض کیا۔ اگر درست سمجھتے تھے تو پھر ایسا
لکھنے کی وجہ کیا تھی۔ غرض اس چھوٹے سے اعتراض سے جو بڑے دعوے
سے کیا گیا تھا۔ یہ شہادت ملگئی۔ کہ مولوی موصوف آئے دن جو حضرت صاحب
کی عربی کتب کی غلطیاں شائع کرتا ہے تو وہ غلطیاں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی
عجب کے لام صلہ آنے کی نسبت گویا اس اعتراض سے ہمیشہ کے لئے ان غلط
کا فیصلہ ہوگیا۔ جو مخالف بڑے دعوے سے پیش کرتا ہے اسے حضرت کی بات
سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اپنی نادانی سے کہتا ہے۔ یہ اعتراض
کہ اگر مولوی محمد حسین کی ایک غلطی ہوگئی۔ تو کیا ہوا مرزا صاحب ہزاروں غلطیاں
کرتے ہیں۔ دور ہوگیا کیونکہ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ مخالف جو غلطیاں نکالتا ہی
وہ کس قسم کی ہوتی ہیں۔ پھر مقدمہ میں عدالت کے سامنے اس معاہدہ
پر مولوی محمد حسین سے دستخط کرائے گئے۔ کہ وہ آئندہ حضرت خلیفۃ اللہ کو دجال
کافر نہ کہیگا۔ حضرت مرزا صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ اس اقرار کے
بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا جسکو اسنے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا
تھا۔ اگر فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے
تھا کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے۔ اسلئے میں اس کو کافر کہتا ہوں۔ اور
دجال بھی ہے اسلئے اسکا نام دجال رکھتا ہوں۔ پھر آگے چل کر تحریر فرماتے
ہیں اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت
کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ یہ کس قسم کی دیانت ہے۔ کہ اس نے حاکم کے خوف

تمام فتووں کو برباد کرلیا۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت صاحب کی طرف سے بھی اس معاہدے پر دستخط ہوئے۔ سو اس میں کوئی حرج نہیں ورنہ ذلت کا موجب ہے۔ چنانچہ اسکا جواب حضرت اقدس خود دیتے ہیں کہ "اگر میں نے اسبات کا انکار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہونگا تو واقعی میرا مذہب یہی ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بنجاتے ہیں ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن انکے دل کا ورم ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ایکدن چراغ سحری کی طرح گل۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر و تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالے مجھ فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔ "جو مجھکو کافر بناتے ہیں رسول اللہ صلعم کا فتویٰ انپر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں سو میں انکو کافر نہیں کہتا بلکہ وہ مجھکو کافر کہکر خود فتویٰ نبوی کے نیچے آتے ہیں" باقی رہی یہ بات کہ موت کی پیشگوئیاں شائع کرنے سے رد کا گیا ہے سو یہ بھی ان کی تبلیغ دین حق میں حارج نہیں کیونکہ آپ اپنی انجام آتھم میں وعدہ کرچکے ہیں کہ ہم اب ان علماء کو مخاطب نہیں کرینگے۔ پس جب تک کسی سے درخواست نہ ہو اس قسم کی پیشگوئی شائع نہ کرنیکا پہلے ہی آپ عہد کرچکے ہیں پس ان مولوی صاحبان نے حضرت اقدس کی پرائیویٹ زندگی کے متعلق اسقدر گندے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شائع کئے کہ خدا کی پناہ یہ اشتہار مقدمے میں شامل کیے گئے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں "پس ہر عقلمند انسان کے لیئے یہ ذلت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب و سفلہ پن کی عادات کے کاغذات

عدالت میں پیش کیے جائیں اور پڑھے جائیں۔ اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے
اور ہزارہا لوگوں میں شہرت پائے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور
یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں
گندے عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہو گیا یہ عزت ہے یا
بے عزتی۔ پھر فرماتے ہیں جب محمد حسین کو یہ فہمائش کی گئی کہ آئندہ ایسی گندی
تحریریں شائع نہ کرے اور کافر دجال کذاب بھی نہ کہے۔ تو مسٹر براؤن صاحب
ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا۔ کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ عدالت نے اس
نوٹس میں فریقین کو احتیاطاً شامل کیا تھا۔ مان لو یہ کہنا چاہئے کہ اس
کارروائی کے دوران میں جب کہ محمد حسین اور جعفر زٹلی نے گندہ زبانی کے
کاغذات پیش کر رہے تھے۔ کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ نکلا

غرض ایسے دشنام آمیز اشتہارات کی اشاعت سے روکا جانا
بھی حضرت کی صداقت کا نشان ہے۔ اور اس الہام کو پورا کرتا ہے کہ نہ اپنے
ہاتھ کاٹیگا۔ اور ایسی شرارتوں سے روکا جائیگا۔ ایک اور امر بھی موجب ذلت
ہوا وہ یہ کہ مولوی محمد حسین نے اخبار میں شائع کیا۔ کہ مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب
بری نہیں ہوئے بلکہ مقدمہ ڈسچارج ہوا ہے اور بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ کہ
ڈسچارج بری کو نہیں کہتے۔ بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے [illegible] ثابت
ہے۔ یہ ایک محض افترا تھا۔ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہی ہے۔ جہاں حاکم مجوز
کی نظر میں جرم کا ابتدا ہی سے کچھ ثبوت نہ ہو اور کسی وجہ سے مجرم نہ ٹھہر پایا سکے
اور اکیٹٹ اسجگہ بولتے ہیں۔ جہاں جرم ثابت ہو جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی
کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض پہلی صورت میں بری بولینگے
اور دوسری میں مبرا۔ حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں اگر بری کا لفظ جو قرآن

نے آیت یرم بہ بریاً میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت میں بولا جاتا ہے
جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اسپر فرد قرار داد جرم لگائی جائے اور پھر گواہوں کی شہادت
سے اپنی صفائی ثابت کرے۔ اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ
جائے تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہو جاتی۔ کہ ایسی تمام عورتوں
پر زنا کا الزام لگائے جنھوں نے گواہوں کے ذریعے سے عدالت میں ثابت
نہیں کر دیا۔ کہ وہ زانیہ نہیں ہیں اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی
عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں۔ تب تک جو شخص چاہے۔ ان کی عفت
پر حملہ کیا کرے اور انکو مجرم ہی قرار دے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی آیت کے
صریح مخالف ہیں۔ اس ذلت پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی
بعض انگریزی کے الہام کے معنے نہیں لکھے۔ اجی حضرت انگریزی کا نہ جاننا
ذلت نہیں ہے بلکہ یہاں تو آنکس کہ نداند و نداند کہ بداند الخ والا معاملہ ہے
کی سرے سے ہی انکار اور کجا شیخت تب بنکر دعوے کرنا کہ ہاں اس سے یہ مراد
ہے اور پھر اس میں خط کا رکھنا۔ سمجھے آپ؟ اسی میعاد میں صاحبزادہ والا شان
مبارک احمد (سلمہ اللہ الاحد) کا پیدا ہونا بھی حضرت مسیح موعود کی عزت کا نشان
تھا۔ کیونکہ اس کی پیدائش کی نسبت پہلے اطلاع دیجا چکی تھی اور یہ بھی پیشگوئی
تھی کہ عبدالحق نہ مریگا جب تک یہ مولود پیدا نہ ہوئے۔

یاد رہے کہ دنیا میں تین قسم کی ذلت ہے۔ جسمانی جو جرم ہیئت اور کمینہ
لوگوں کو ہوتی ہے۔ دوسرے اخلاقی ذلت۔ بدکسی کی اخلاقی حالت گندی
ثابت ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت۔ اب دیکھیئے۔ کہ اخلاقی ذلت ظہور
میں آگئی۔ عالمانہ ذلت بھی۔ اب کیوں دلیسی گالیاں نہیں دے سکتا ہے چند
حوالے دیئے گئے ہیں کہ مولوی موصوف نے رفیق لاہوری نے مخالفانہ

اشتہار شایع کئے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا واقعی طرز تحریر بدلا ہے یا نہیں۔ کیا وہ اسی طرح گندہ زبانی سے کام لیتا ہے یا اس میں کچھ اور رنگ آگیا ہے۔ پس اشتہاروں کے حوالے بیہودہ ہیں کیونکہ مطلب تو دجال وغیرہ کہنے اور ذاتیات پر بیجا حملہ کرنے سے ہے۔ کہ آیا اس سے رک گئے یا نہیں؟

مخالفین کی طرف سے بار بار سنایا جاتا ہے کہ ان کو زمین مل گئی۔ یہ موجب عزت ہی ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمین ان کا [illegible] کا جو حضرت مرزا صاحب کی تائید و صداقت کی پیشگوئیں ظاہر ہوئیں ایک بین نشان ہے گویا جب تک وہ زمین ان کے قبضہ میں رہے گی۔ یہ بات یاد رہے گی کہ یہ زمین فساد [illegible] سے حاصل کی گئی تھی جس کا ذکر پہلے [illegible] میں ہو چکا ہے!

حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے جہاد ہی کا انکار کر دیا۔ وہ [illegible] کا پکڑا گیا۔ اسپر سب [illegible] کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا۔ اب کہو کہ اس منافقانہ کارروائی سے اس کی عزت ہوئی۔ یا ذلت۔ جو شخص مولوی و متقی ہونیکا دعوی کرتا ہے اسکا منافقانہ چلن اگر ثابت ہو جائے تو اس سے بڑھکر کوئی ذلت نہیں۔ منافق سے ذلیل تر کوئی نہیں ہوتا [illegible] آگے چال رکھتے ہیں [illegible] تو زمین [illegible] ذلت کی گواہ ہے۔ اور وہ زمین [illegible] جب تک وہ زمین ان کے ہاتھ میں ہے یہ ذلت بھی [illegible] زمین کا یہ پہلو مشتہر ہوگی۔ ورنہ ہم تحقیق کر دیں کہ یہ تمام کارروائی ایک منافقانہ کارروائی کا نتیجہ ہے۔

[illegible] جعفر زٹلی کی [illegible] تحقیق [illegible] جب [illegible] مولوی [illegible] کے ساتھ میں [illegible] ایڈیٹر [illegible] کے [illegible]

کی ذلت ثابت ہو گئی۔ تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہے جبکہ اصل درخت ہی گر پڑا۔ تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے؟

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی دردمندانہ دعا مانگی تھی۔ کہ اے میرے قادر مطلق خدا میری تائید میں تین سال کے اندر اندر کوئی نشان ظاہر کر چنانچہ اس کے مطابق ایک چھوڑ کئی نشان ظاہر ہوئے۔ ان تین سالوں کے اندر جماعت سوا لاکھ کے قریب ہو گئی کہاں چند ہزار اور کہاں لاکھ یہ سب فضل خداوندی ہے۔ سب سے بڑا نشان تو یہی تھا۔ کہ باوجود اسقدر مخالفانہ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی گئی نیز آپ نے پانچ دن کے اندر اندر ایک کتاب اعجاز احمدی چھپوا کر شایع کی جس میں مخالفین کو بڑی تحدی سے اسکی مثل لانے کے لئے لکھا۔ چنانچہ تحریر فرمایا۔ "اگر انھوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب شایع کر دیا۔ تو سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا" غرض اس چھ قصیدہ کا جواب بڑی غیرت دلانیوالے الفاظ سے طلب کیا گیا۔ مگر افسوس کہ مخالفین سے کسی کو بھی یہ طاقت حاصل نہ ہوئی کہ وہ آپ کے مقابل کچھ بھی شایع کر دیتے۔ سب کے قلم ٹوٹ گئے اور کھسیانے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہنے لگا عربی کی کیا ضرورت ہے ذرا انگریزی یا سنسکرت لکھو۔ یہی اعتراض عیسائی کرتے ہیں جب ہم انہیں قرآن شریف کی مثل ایک سورۃ لانے کے لئے کہتے ہیں وہ کہتے شکسپیر کی پوئیٹریوں کا جواب بھی کسی نے نہیں دیا۔ عربی کی کیوں قید ہے فلاں کتاب کی مثل دکھاؤ۔ غرض کہ کئی حیلے بنائے اور اصل غرض کی طرف نہ آئے۔

ہمیں ایسے حیلے حوالے دیکھکر وہ آیت یاد آجاتی ہے لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ اگر ہم چاہتے ہم اس کی مثل کہدیتے کیونکہ اگلوں کی اساطیر ہیں ایسا ہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اوہ اگر ہم کہنا چاہیں تو مرزا کی عربی کی مثل لادیں مگر فرصت ہی نہیں۔ یا

وہ شخص جو کہتا تھا۔ ہاں میں اعجاز المسیح کا جواب لکھ سکتا ہوں۔ وہ بالکل ناکام رہا۔ اور
چھوٹے چھوٹے اعتراض کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ اس قصیدے میں غلطیاں ہیں
وہ پہلے درست کرلیں۔ مگر اس نے یوں کیوں نہ کیا کہ اس اعجاز احمدی کا جواب ہی
لکھ دیتا۔ اسی میں وہ غلطیاں بھی لکھ دیتا۔ اور اسی میں اپنا بے عیب قصیدہ جس
میں نحو اور صرف کا عیب بھی نہ ہوتا۔ نہ کوئی اور امر مخل فصاحت۔ بلاغت پیش
کر دیتا۔ پبلک پر خود ہی کھل جاتا۔ کہ کون حق پر ہے۔ اور دس ہزار جو ملتا وہ علیحدہ۔ وہ قصیدہ
کوئی شاعروں کے قصیدے کی طرح محض الفاظ پر ہی مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس میں
قرآنی حقایق و معارف تھے۔ اور کئی ایک پیشگوئیاں جو کلام الہی کا خاصہ ہیں پس
یہ کہنا کہ متنبی بڑا شاعر ہوا ہے کیسی نامناسب بات ہے پھر کہنا کہ پیغمبری سے
شاعری کو کچھ نسبت نہیں کس قدر حماقت ہے۔ کیا یہ لوگ فی کل واد یھیمون
کیساتھ الا الذین امنوا نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ زبور اشعار میں ہے۔
غرض ایسے فضول اعتراضوں کا کیا جواب دیں۔ ہاں جب دیکھا جاتا ہے کہ آریہ
و عیسائی بھی ایسے ہی اعتراض قرآن کے مقابل سورۃ لانے پر کرتے ہیں تو تعجب

بقیہ حاشیہ:۔ ضرورت ہی نہیں۔ خدا جانے یہ فرصت کس وقت کے لئے رکھی ہوئی ہے
کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی موقعہ ضرورت یا فرصت نکالنے کا آئیگا جب ایک مدعی پر زور
تحدی سے کہہ رہا ہے۔ کہ اس کی مثل لاؤ یا مجھے جھٹلاؤ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا
اور ہرگز نہ کرو گے ستارہ ہے اور پھر کہتے ہیں پچھلے شاعروں کی عبارتوں کی چوریاں
ہیں۔ کاش وہ بھی ایسا کر کے دکھاتے۔ یہ اعتراض اعانہ علیہ قوم آخرون والا
کی یاد دلاتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم کو بھی لوگ یہ کہتے تھے بعض عجمیوں کی مدد کا شک ہے
گو منکر ہوں ان کی عربی ادب کا نمونہ ہی اور ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کوئی کہتا ہے قصیدہ لکھنا تو معجزے میں داخل ہو مگر پریس کی قید کیوں ہے کیا یہ بھی اعجاز ہے۔ اے نادان اس مخالف سے جو ایسا کہتا ہو پوچھو کہ خدا نے تمہیں کیوں معزول رکھا ہی کیوں تمہیں ایسے ساز و سامان نہیں دے رکھے یہ تو سراسر تمہاری بدبختی کی دلیل ہے پھر کوئی کہتا ہے کہ بیس دن کے اندر اندر مثل لانے کی کیوں شرط لگا رکھی ہے۔ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والے بات کو سمجھ بھی یا یونہی اعتراض کے لیئے منہ کھولے جاتے ہیں یہ مدت اسلئے ہے تاکہ عوام الناس بھی سمجھ جائیں کہ واقعی اس کی مثل لانے سے کل اہل علم مخالفین عاجز ہیں اوّل تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پانچ دن میں لکھیں اور تمہیں بیس دن کی مہلت دیں اور پھر یہ بھی اجازت کہ اپنے ساتھ جسے چاہو ملا لو۔ دوسرا اگر مدت مقرر نہ کی ہے تو علماء حیلہ کر سکتے ہیں کہ ہم لکھ تو سکتے ہیں فرصت نہیں ملتی اب جب ایک خاص مدت مقرر کیگئی۔ تو روز روشن کی طرح کھل گیا۔ کہ واقعی اسکی مثل لانے سے یہ لوگ عاجز ہیں۔ ورنہ دس ہزار کا انعام یہ لوگ کب چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ کافی مدت میں مثل نہ لا سکنا اسبات کی دلیل ہے کہ مخالفوں کے پاس صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ معجزہ تو پہلے ہی سے حضرت مرزا صاحب کو حاصل تھا۔ پس اس کے لیئے دعا تحصیل حاصل ہے اسکا جواب بالکل آسان ہے کہ پانچ دن میں اتنے ناممکن الوقوع کام کا ہو جانا بھی اس اعجاز کی ایک شان ہے جو اس سے پہلے حاصل نہ تھی۔ پھر ایک نادان کہتا ہے۔ کہ نسائی ہاتھوں سے بارہویں کی شرط تھی اور یہ کتاب تو ہاتھوں سے نہیں لکھی گئی ہے کیا اس معترض کو معجزہ کی تعریف یاد نہیں ہی کہ وہ ایک ایسی

فعل ہے جو امور من اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مخالفین اسکے مقابل سے باوجود قدرت کے عاجز رہتے ہیں کئی معجزے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں تو کیا ہم انہیں آسمانی نشان نہیں کہینگے مطلب تصرف آسمانی ہے کہ باوجود تحدی کے دوسرے انسان اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہ جائیں چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ تمام مخالفین عاجز رہ گئے۔ یہ ایک الہی فعل تھا جب ہی تو عاجز رہے ورنہ کیا ایک انسان کے کام کا مقابلہ دوسرا انسان نہیں کرسکتا؟

(۶) طاعون کے متعلق حضور انور نے ۶ر فروری ۹۹ء کو اشتہار دیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ملک پنجاب میں طاعون کے پودے لگائے ہیں توبہ سے یہ ایسے عذاب ٹل سکتے ہیں نادان لوگوں نے ناعاقبت اندیشی سے اس خبر کی جو محض ہمدردی بنی نوع انسان کے لیئے دی گئی تھی ہنسی اڑائی۔ مگر تم خود دیکھ لیا جو کچھ اس ہنسی اڑانیکا نتیجہ ہوا۔ دوسرے جاڑے کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ طاعون زور سے نہ پھیلا تھا۔ تو یہ کوئی اس خواب کے منافی نہیں کیونکہ اشتہار میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اسی سال زور سے پھیلیگا۔ بلکہ شروع ہونے کی خبر دی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کسی خاص شہر کا حوالہ کہ اس میں اموات کم ہوئی فضول ہے کیونکہ اپنے اپنے مقررہ وقت پر ہر کام ہوا کرتا ہے۔ عذاب کے لیئے مستعجل نہیں ہونا چاہئیے امید ہے کہ اس سال زیادہ زور سے نہ پھیلنے کی شکایت رفع ہوگئی ہوگی۔

نومبر کا مہینہ بیماری کے زور کا (وقت ابتلاء میں) نہیں لکھا گیا۔ بلکہ اسمیں الہی دروازہ کھولا جانیکی خبر ہے یعنی پکڑ شروع ہوجائیگی۔

(۷) حفاظت قادیان کے متعلق انہ اوی القریۃ کا الہام ہے اوی اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مصیبت کے بعد آرام آئے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔

یعنی طاعون جارف نہ ہوگا یہ مطلق طاعون کی نفی نہیں اور یہی مریدین کی نسبت وعدہ بھی الا الذین علوا باستکبار کا استثنا موجود ہے۔ سوچ سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ کہ ابھی تک قادیاں طاعون سے بالکل پاک ہے چند آدمیوں کے نام مشتہر کیے گئے تھے۔ کہ طاعون سے مرے۔ مگر ایڈیٹر صاحب الحکم نے نام بنام اس کی تردید اور ان کی اصلی بیماری کی تشریح کر دی تھی اس خبر کے جھوٹا ہونے کی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ بڑے زور شور سے لکھا گیا تھا۔ کہ مولوی نور الدین صاحب حکیم الامۃ کی ایک رشتہ دار عورت اس مرض میں گرفتار ہوئی۔ مگر جب اس کی تردید ہوئی تو مخالفین ششدرہ ہونے نوٹس دینے پر مجبور نے بھی اس خبر کو واپس لیا۔ نیز "قادیان بہت ہی آرام ہے" سے یہی مطلب ہے کہ جو کچھ اور مقامات میں گذر رہا ہے۔ وہ یہاں نہیں بلکہ آرام ہے۔ تاویل ایرضی بما لا یرضی القائل نہیں کرنی چاہیئے۔

(۹) اعجاز احمدی میں لکھا ہوا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیئے میرے پاس ہرگز نہ آئینگے۔ اور سچی پیشگوئی کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا انکے لیئے موت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی مذکور صرف پبلک میں سچا ہونے کے لیئے قادیان گیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ گیا۔ بلکہ آریہ کے مکان پر اترا

ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا ؕ

پہلے تو بڑی سیدھی سادھی عبارت میں خط لکھا۔ اور اپنے تئیں طالب حق ظاہر کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب سے ذاتی خصومت وعناد نہ ہونے کی قسم کھائی مگر جب مسیح موعود کی طرف سے جواب آیا۔ تو پھر رنگ بدل لیا۔ حضرت صاحب نے صاف لکھدیا کہ "اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک

شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا اُنکے ساتھ اور مور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں۔ رفع کرائیں۔ تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ پھر فرمایا آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کردیا ہے۔ کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوے پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں (صدقت یا رسول اللہ) پھر فرمایا آپ اول یہ اقرار کردیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائینگے وہی اعتراض کرینگے جو آنحضرت صلعم یا حضرت عیسیٰ یا موسیٰ یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو (۲) آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہونگے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر کردیں کہ میرا یہ اعتراض ہے (کیوں؟) اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں یہ صرف اسلئے کہ مباحثہ کی صورت واقعہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ مباحثات کرنے سے قسم کھا چکے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھدیا۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائیگا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھکر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اسکو سنائیں۔ ہم خود پڑھ لینگے۔

اس طرز میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں میں بآواز بلند سنا دونگا۔ کہ پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ اور اسکا جواب یہ ہے اسی طرح تمام وساوس دور کردیئے جائینگے۔ اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقعہ دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر صرف اسلیئے کہ بلا فیصلہ نہ جائے یہ لکھا کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں اول چونکہ میں انجام آتھم

میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہ کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہ سنونگا اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو انحراف کریگا۔ اسپر خدا کی لعنت ہو۔

افسوس کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا جواب دیا جو سراسر طالب حق ہونے کے خلاف ہے۔ ایک نہایت ہی لطیف طریقے سے انکار کر دیا۔ پہلے تو اعتراض کر کہ میرے لئے دو سطریں اور آپ کے لئے تین گھنٹے۔ مگر اس بات کی طرف خیال نہیں کہ سوال ہمیشہ دو تین سطر میں آسکتا ہے مگر جواب جواب دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق جتنا وقت چاہے مقرر کرے۔ کیا اگر کوئی شخص سوال کر دے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے ہونے کے ثبوت مطلوب ہیں" اور پھر کہے کہ مجھے اتنی مدت میں ہی جواب مطلوب ہے جتنے میں میں نے لکھا ہے تو کیا کوئی اس کی تسلی کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ یہ سوال صرف ایک سطر میں آیا ہے۔ مگر اس کے جواب میں ۲۰۰ صفحے کی ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ پس یہ نسبت مصری نہیں۔ بلکہ سراسر منصفانہ تقسیم ہے بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جائے۔ اگر کوئی تحقیق حق کے لیئے آئے تو اسکے لیئے یہی وقت کافی ہے کیونکہ وہ اپنے شبہات ایک غیر محدود عرصہ تک کر سکتا تھا جب تک کہ حق نہ کھلے مگر مولوی مذکور تحقیق کے لئے گیا ہوتا۔ تو اس بات کو مانتا بھی وہ تو تکذیب کے لیئے گیا تھا جیسا کہ خود اسکے ایک شاگرد کا اقرار مسطور ہے کہ مولوی صاحب تو آپ کی تکذیب کو آئے ہیں" ذرا خیال فرمایئے کہ "میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑے ہو کر سناؤنگا" سے آپ کی کیا مراد ہے کیا صرف یہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب قسم کھاتے ہیں میں آپ کی کوئی بات زبانی نہیں سنونگا۔ اسلیئے یہ شرط کر دی تاکہ بظاہر یہ معلوم ہو

کہ ثناءاللہ نے یہ شرطیں قبول کر لیں اور باطن میں سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ ان شرطوں کے قبول کرنے سے انکار ہے بھلا اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت مسیح موعود آپ کی لکھی ہوئی سطریں پڑھ کر سنا دینے کا اقرار کرتے ہیں تو پھر خود آپ کے اپنی زبان سے پڑھکر سنانے سے سوائے اسکے کیا مطلب ہے کہ کسی طرح یہ موقعہ ٹلجائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اتمام حجت ہوجائے اور میرے تمام شبہات رد کردیئے جائیں اور پھر میں ساکت رہ جاؤں اور جو آپ ہر گھنٹے کے بعد پانچ منٹ رائے دینے کی شرط لگاتے ہیں کیا وہ لکھکر نہیں پیش کر سکتے تھے مطلب صرف یہ تھا کہ میں زبانی بولوں اور پھر حضرت مرزا صاحب اگر مجلس کا انعقاد منظور کریں تو میں کہدوں کہ اچھی قسم پر نہیں رہے اور اگر منظور نہ کریں حسب معاہدہ الہی، تو بھی میں مشہور کر دوں کہ مرزا صاحب نے انکار کر دیا خیر ہم ایسی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ان ابلہ فریبیوں میں نہیں آتے اور نہ آئینگے۔ پھر اپنی طرف سے افترا کر دیا ہے کہ "مرزا صاحب کو مجمع عام ناپسند ہے" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جس عبارت کا حوالہ دیا گیا وہ یہ ہے "کہ ہرگز نہیں ہوگا عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں" اس فقرے سے تو زبانی گفتگو کی ممانعت ہے نہ کہ مجمع عام کی وہ تو صاف لکھ رہے ہیں" یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو جبکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں" حضرت مرزا صاحب تو تحقیق کے لیے بلائیں کہ طالبان حق کیطرح حق دریافت کر لو۔ مگر آپ اسکو مناظرہ کے معنے میں لیتے ہیں تاکہ جلد کہیں دو ہاتھ کرنے کا موقعہ ملے مگر یہ تو فرمایئے کہ کیا اس طریقہ سے جو حضرت حجۃ اللہ نے تحریر فرمایا تحقیق نہیں ہو سکتی۔ کیا اس طرح پیشگوئیوں کی پڑتال اور شبہات کا رد نہیں ہو سکتا جب ایک طریقہ امن سے زیادہ قریب ہے اور اس میں طرفین میں سے

کسی کی حق تلفی نہیں۔ بلکہ اس طرز سے ایک فریق کو قسم توڑنے کی مشکلات بھی پیش نہیں آتیں تو پھر اس سے انکار کی آپ کو کیا ضرورت ہے سوائے اس کے کہ پیشگوئیوں کی تحقیق کا موقعہ ہی پیش آئے۔ حضرت صاحب کا "صم بکم" لکھنا کہ آپ اس طرح بیٹھے رہیں۔ جیسے صم بکم صرف محاورے کے لحاظ سے ہے کیا تم لوگوں کو یاد نہیں کہ بعض دفعہ ایک شخص اپنے خادم کو کوئی چیز ضائع کرنے پر کہہ دیتا ہے اندھے۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ واقعی اندھا ہے مطلب تو صرف یہ ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہیں زبان سے کچھ نہ بولیں تا کہ گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ آجائے۔ اس طرح بیٹھیں جیسے ایک بہرا گونگا۔ کسی مجلس میں خاموش بیٹھا ہے۔ زید شیر ہے۔ تو کیا واقعی اسوقت زید کی درندوں کی طرح دُم بھی ہوتی ہے اور پھاڑ کھانیوالے ناخن اور یہ کہنا کہ پیشگوئیوں کے جھوٹا ہونے پر اتنے روپے دیئے جائینگے۔ اور وہ روپے مریدوں سے بھی وصول ہو سکتے ہیں اور اسپر یہ اعتراض کہ کیا پیشگوئیوں کے جھوٹا نکلنے پر مرید آپ کو روپیہ دینگے۔ محض تمسخر کے طور پر ہے اس عبارت سے تو ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ حضرت اقدس کو اپنی صداقت پر اسقدر یقین ہے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں تھی۔ کہ کوئی پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرنے میں کامیاب ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ معیار الاخیار کا پیش کرنا کہ اس میں علماء کو احقاق حق کے لیئے بلایا ہے۔ معاہدہ انجام آتھم کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس میں آپ نے صرف یہی لکھا کہ مجھ سے تسلی کر لیں "قرآن و حدیث کے رو سے۔ عقل کے رو سے سماوی تائیدات کے رو سے پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا۔ تو تمام دنیا گواہ ہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔" اور تسلی اس طرز میں بھی ہو سکتی ہے کہ مخالف طالب حق بنکر اپنا شبہات لکھ کر پیش کرتا جائے اور حضرت حجۃ اللہ اسکا جواب دیتے جائیں۔ لکھنے کو تو اس اشتعار

کا حوالہ دیدیا۔ مگر یہ کوئی نہیں بتا سکا۔ کہ آخر علماء کیوں نہیں آئے۔ اور ان کو مجلس منعقد کرنے سے کونسا امر مانع ہوا۔ جلسہ ندوۃ العلماء کے وقت اگر کسی نے بلایا بھی تو مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے پہلے کہاں تھے کیا سوئے ہوئے تھے اور نیز وہ مباحثہ کی درخواست تھی جو کسی طرح بھی منظور نہ ہو سکتی تھی اسی جلسہ میں فاضل امروہی وغیرہ بزرگانِ ملت موجود تھے اور مخالفین کو بذریعہ رجسٹری ہی اپنے آنیکی اطلاع بھی دے چکے تھے۔ ان سے کیوں فیصلہ نہ کر لیا۔ علماء ایسے ہونے چاہیئے تھے جو تمام اہل اسلام میں معتبر اور مستند ہوں یہ تو نہیں کہ ادہر اُدھر کے چند آدمی نوٹس دیدیں۔ اسی اعجاز احمدی میں دوسرے دو نشان یہ تھے کہ "اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہونے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے۔ تو وہ ضرور پہلے مرینگے"۔ سو اس چیلنج پر مولوی ثناء اللہ مستعد نہیں ہوئے۔ خود ان کو بھی ایسا کرنے میں پس و پیش ہے ماتدری نفس بای ارض تموت کو پیش کرتے ہیں مگر یہاں کسی خاص زمین میں مرنیکا ذکر نہیں۔ یہاں تو کاذب و صادق کی تمیز کا ذکر ہے کیا آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا تھا۔ اور کیا آپ کو دعا پر یقین نہیں کیا اسباب پر ایمان نہیں۔ کہ اللہ کافروں کے مقابل میں ایماندار وں کی مدد ضرور کیا کرتا ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ عمر کے گھٹانے بڑھانے پر قادر نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مقصد کی قرآنی آیات بھول گئے تخرجہ الصدود کا الہام ہوتے ہی اس کارروائی کا شروع ہو جانا نشان نہیں تو اور کیا ہے۔ صدور سے مراد صرف بڑی عمر کے تو نہیں بلکہ ان سے مراد ہے جن کو قوم میں بڑی وجاہت حاصل ہے اور وہ صدر سمجھے جاتے ہوں۔ قادیان جانے کا اثر جو کچھ مریدین یا دوسرے اہل اسلام پر ہوا وہ سب کو معلوم ہے کیا کوئی مرید بیعت سے نکل گیا۔ یا آئندہ کے لیئے سلسلہ

احمدی کی ترقی مسدود ہو گئی کچھ بھی نہیں ہوا ایسی پیشگوئی کے شاہد کافی ہیں ÷